Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 31, Sr.No.79, 2010, pp 149- 170

مجلۂ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۱، اپریل۔جون ۲۰۱۰ء، شمارہ ۷۹

(کشمیر......اسلامی تاریخ کے تناظر میں)

(۱۳۲۰ء-۱۸۱۹ء)

ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز☆

Abstract:

Islam introduced in Kashmir by the efforts of central Asian Preachers. Shahmeri, Chak, Mughal and Afghan dynasties ruled over Kashmir for atleast five years. During the Muslim rule, Kashmir progressed much in cultural, Social and educational fields as well as lost her Freedom and sovereiginty. The Muslim rule brought to an end in Kashmir by the conspiracy of the East India company. The article is about all above mentioned facts.

کشمیر تقریباً ساڑھے چار ہزار سال ہندو راجوں کی دسترس میں رہا ہے۔ ان راجاؤں نے اسے ایک منفرد حیثیت بخشی۔ ہندو مہاراجوں کے عہد میں وادی کو متعدد مرتبہ عروج و زوال کا سامنا کرنا پڑا، عظیم فاتح ہندوستان محمود غزنوی نے ہندو عہد حکومت کے دوران ہی کشمیر پر دو حملے کیے لیکن ناکامی سے دوچار ہوا۔ یہ بات اس چیز کی عکاسی کرتی ہے کہ ہندو حکمرانوں کو اپنے ملک کشمیر سے بے پناہ محبت تھی۔ ہندو حکمرانوں نے ان حملوں کے بعد اپنے آزاد و خود مختار وطن کو بیرونی حملہ آوروں سے بچانے کے لیے ایک پالیسی بنالی تھی جس کے بارے میں البیرونی رقمطراز ہیں:

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ کشمیریات، اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب، لاہور۔

> In former times they used to allow one or two foreigners to enter their country, particularly the Jews, but at present they do not allow even a Hindu whom they did not know personally to enter, much less other people.(1)

لیکن ہندو مہاراجوں کی یہ پالیسی زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوئی کیونکہ وقت کی تیز رفتار کے ساتھ ساتھ ملکی حالات میں بھی تبدیلیاں رُونما ہونے لگیں۔ اسلامی ممالک کی بڑھتی ہوئی طاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندو حکمرانوں نے ان ممالک سے تعلقات استوار رکھنے میں ہی غنیمت جانی اور مسلمانوں کے کشمیر میں داخلے پر کوئی پابندی نہ لگائی۔

کشمیر میں باقاعدہ اسلام کا آغاز تو بہت بعد میں ہوا لیکن تاریخی کتب سے ہندو عہد میں بھی مسلمانوں کی اکثریتی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔

کشمیر میں اسلام کی تبلیغ کا آغاز تاجروں، عالموں اور بزرگان دین کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ وادی کشمیر میں اسلام کو پھیلانے میں نیزوں، تلواروں یا قتل و غارت گری کا قطعاً کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ کشمیر کے تعلقات وسط ایشیا کے ساتھ بالخصوص اور عرب ممالک کے ساتھ بالعموم اچھے رہے ہیں۔ کشمیر کی وسط ایشیائی اور عرب ممالک کے ساتھ تجارت بہترین مراسم کو فروغ دینے کا ایک اہم ذریعہ تھی۔ وسط ایشیا کے گھوڑوں کی کشمیر میں بہت زیادہ مانگ تھی اور گھوڑوں کا کاروبار وسط ایشیا کے مسلمان تاجروں کے ہاتھوں میں تھا جو اکثر و بیشتر کشمیر جایا کرتے تھے۔ اس تجارت کے ذریعہ بھی اسلام کی تبلیغ کے اثرات وادی کشمیر پر مرتب ہوئے۔(۲)

کشمیر کے ہندو حکمرانوں نے عرب ممالک کے ساتھ تعلقات صرف عربوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے استوار کیے۔ کیونکہ عربوں نے کشمیر پر تین حملے کیے۔ پہلا حملہ خلیفہ ہشام (۷۲۳ء-۷۳۴ء) دوسرا حملہ محمد بن قاسم (۷۱۱ء-۷۱۳ء) اور تیسرا حملہ خلیفہ منصور (۷۵۰ء-۷۵۴ء) کے عہد میں ہوا اگرچہ عربوں کے تینوں حملوں سے کشمیر محفوظ رہا(۳) محمد بن قاسم نے جب سندھ کو فتح کر کے اسلام کی روشنی سے متعارف کروایا تو اُس وقت کشمیر پر راجہ

جیاپیڈا کی حکمرانی تھی جب راجہ کشمیر کو محمد بن قاسم کے حملے کی خبر ہوئی تو اُس نے چینی بادشاہ سے کشمیر کو محمد بن قاسم کے حملے سے بچانے کے لیے مدد طلب کی، مگر خلیفہ سلیمان نے جلد ہی محمد بن قاسم کو واپس بُلا لیا۔ اس طرح کشمیر تسخیر ہونے سے بچ گیا۔ البتہ محمد بن قاسم کے قافلے کا ایک سپاہی حمیم بن سامہ کسی طرح کشمیر میں داخل ہوا اور اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا۔ اسے کشمیر میں پہلا باقاعدہ مبلغ اسلام مانا جاتا ہے۔ غلام حسن تسکین لکھتے ہیں:

> ۷۱۲ء یَس کُیت چُھ جواں سال عرب فاتح محمد بن قاسم راز دَاہرس ہارناوتھ سندھ فتح کران، حمیم بن سام اَکھ عرب مُسلمان چُھ أتھی وقتس یور کشُیر واتان ته یيته گوڈنچ مشید تأمیر کران۔ اِمہٕ علاوه کور اِیمَن کشیر منز اسلامک پرچارته(۴)

> ترجمہ: ''۷۱۲ء میں جواں سال محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے راجہ داہر کو شکست دی۔ حمیم بن سامہ ایک عرب مسلمان کسی نہ کسی طرح کشمیر پہنچا اور یہاں پہلی مسجد تعمیر کروائی۔ اس کے علاوہ کشمیر میں اسلام کا پرچار بھی کیا''۔

وادی کشمیر میں اسلام کے اثرات بتدریج مرتب ہو رہے تھے۔ لیکن ابھی تک باقاعدہ تبلیغ اسلام کی ابتدا نہیں ہو سکی تھی۔ اُس کی وجہ شاید یہ تھی کہ کشمیر کے حکمران کُلی طور پر غیر مسلم تھے اور وادی کو ابھی تک باقاعدہ طور پر کسی مسلمان فاتح نے تسخیر بھی نہیں کیا تھا، لیکن گاہے بگاہے تجارت کے ذریعہ، سیر وسیاحت کے دوران یا پھر کسی فوجی مہم کے دوران کسی مرد مجاہد کے ہاتھوں کشمیر اسلام کی کرنوں سے منور ہوتا رہا۔ محمود غزنوی نے کشمیر پر دونوں حملے راجہ سنگرام کے عہد حکومت کے دوران (۱۰۱۳ء اور ۱۰۲۳ء) میں کیے۔ ان دونوں حملوں میں ناکامی کے باوجود اس کے کچھ سپاہی کسی نہ کسی طرح کشمیر وارد ہوئے اور انہوں نے بھی کشمیر میں دین اسلام کی تبلیغ کی۔ غلام حسن تسکین لکھتے ہیں:

محمد بن قأسِم ہنٛدِ حَملَه پَته چُھ مُسلمان بادشاہَو أنٛدر محمود غزنوی سُنٛد حَمَله مشہور۔ مگر سُه ہیوک نه لوہَر کوٹ قِله یپور ٹرتھ۔ اِیمسُند دوشونی حَملَن دوران رودی کینه کینه سِپاه یپتی۔ ته یہنٛدِ ذڑی یِهِ تِهِ اوس اِسلامَس کُن لؤکَن مأل پھِرنه یوان۔ (۵)

ترجمہ: ''محمد بن قاسم کے حملے کے بعد مسلمان بادشاہوں میں محمود غزنوی کے حملے بہت مشہور ہیں۔ مگر وہ لوہر کوٹ قلعہ ہی کو فتح نہ کرسکا۔ اس کے دونوں حملوں کے دوران کچھ سپاہی یہیں پر رہ گئے اور اِن کے ذریعہ بھی اسلام کی طرف لوگوں کا رُجحان بڑھا''۔

کشمیر اور وسط ایشیا ممالک کے مابین تعلقات نہایت خوشگوار رہے ہیں اور وادی کشمیر میں اسلام کی اشاعت کا باقاعدہ آغاز بھی وسط ایشیا کے علماء صوفیا اور اولیائے کرام کے توسط سے ہوا۔ وسط ایشیا کے پہلے صوفی بزرگ سید شرف الدین عرف بُلبل شاہ جو منگولوں کے خوف سے ایک ہزار پناہ گزینوں کے ساتھ ترکستان سے کشمیر آئے۔ اس وقت کشمیر پر لوہر خاندان کے جانشین راجہ سہدیو کی حکومت تھی جو بزدل اور عیاش حکمران تھا۔ ان تمام خامیوں کے باوجود وہ ''مہمان نوازی'' کے وصف سے بھی آراستہ تھا۔ اُس کے عہد میں جتنے بھی مسلمان کشمیر وارد ہوئے سب کو اُس نے جاگیریں عطا کیں اور کشمیر میں رہنے کی اجازت دی۔ اسی حکمران (سہدیو) نے بلبل شاہ کو بھی کشمیر میں خوش آمدید کہا۔ جی ایم ڈی صوفی لکھتے ہیں:

Bulbal Shah is stated to have visited Kashmir first in the time of Raja Shuhadeva, the predecessor of Rinchan.(6)

حضرت بُلبل شاہ ہی کی اسلامی تعلیمات کی بدولت کشمیر اسلام کی روشنی سے متعارف ہوا۔ چودھویں صدی کے آغاز میں منگول سردار ذولچو اور اُس کے ساتھیوں کے حملے کی تاب نہ لاکر راجہ سہدیو اور اس کے سرکاری اہلکار کشمیریوں کو منگولوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئے تو اُن کے جانے کے بعد کشمیر کے تخت کا سہرا ایک تبّتی شہزادے لاہ چن نگیالبورنچن کے سر باندھا

گیا(۷) یہ تبتی شہزادہ راجہ سہدیو کے عہد میں تبت سے کشمیر آیا اور مہاراجہ کشمیر نے اسے بھی لار کے علاقہ میں جاگیر عطا کی۔ رنچن شاہ بدھ ازم کا پیروکار ہونے کے ناطے ابھی تک دین اسلام سے متعارف نہیں ہوا تھا لیکن بہت جلد سید بلبل شاہ کے ہاتھوں مسلمان ہوا اور اپنا نام بدل کر صدرالدین رکھا۔ اس کے اسلام قبول کرتے ہی ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا(۸) اور کشمیر کے اسی حکمران نے ۱۳۲۰ء میں کشمیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس پہلے مسلمان بادشاہ نے بلبل شاہ کے لیے دریائے جہلم (مقبوضہ کشمیر) کے کنارے ایک خانقاہ بھی تعمیر کروائی جس کے ساتھ مسافر خانہ اور مسجد بھی تھے۔ یہ کشمیر کی پہلی درس گاہ تھی(۹)۔ صدرالدین کا دور حکومت تقریباً تین سال پر محیط ہے اور اس بادشاہ کی وفات ۱۳۲۳ء میں ہوئی اور سرینگر ہی میں دفن ہوئے۔

بادشاہ کی وفات ایک سانحہ سے کم نہ تھی۔ صدرالدین کی وفات سے کشمیر میں اشاعت اسلام کا کام کافی حد تک متاثر ہوا کیونکہ بادشاہ کی وفات کے بعد اُس کی بیوہ کوٹارانی نے اپنے بیٹے حیدر کی کمسنی کی اوٹ میں کشمیر حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی۔ کوٹارانی نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اور نہ اُس کے پاس اسلام کے لیے ہمدردانہ جذبات واحساسات تھے۔ اُس نے سہدیو کے بھائی ادیان دیو سے شادی رچالی۔ جس سے کشمیر میں صدرالدین کی قائم کردہ اسلامی حکومت کو ایک دھچکا لگا۔

سلطان صدرالدین نے اپنے تین سالہ دور حکومت میں کشمیر کے حالات درست کر لیے تھے۔ مگر اُس کی وفات کے بعد مُلک کشمیر کے حالات ابتر ہو گئے تھے۔ ملکہ کوٹارانی کا خاوند ادیان دیو جس نے کشمیر پر تقریباً پندرہ سال حکومت کی۔ اپنے بھائی سہدیو کی طرح بالکل نکما اور بزدل ثابت ہوا۔ اس کی حکومت کے دوران کشمیر میں افراتفری کا سماں تھا۔ نظم ونسق نام کی کوئی چیز نہ تھی(۱۰)۔ جس کی وجہ سے بیرونی حملہ آوروں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور ایک تاتاری سپہ سالار راورن نے کشمیر پر چڑھائی کر دی۔ بزدل ادیان دیو نے ایک مرتبہ پھر راہ فرار اختیار کی۔ لیکن ملکہ کشمیر کوٹارانی نے عوامی حمایت اور شاہ میر جو کہ اُس کی فوج کا سپہ سالار تھا، کی بہادری اور جوانمردی کے ذریعے تاتاری سپہ سالار راورن کا حملہ ناکام بنا دیا۔

تاتاری سپہ سالار کے حملے کو ناکام بنانے میں شاہ میر کو اپنی ذہانت اور قابلیت آزمانے کا بھرپور موقع ملا۔ اُس نے عوام کے دلوں میں گھر کر لیا، جس کا خدشہ ملکہ کشمیر کوٹا رانی کو لاحق ہوا۔ ادیان دیو کی وفات کے بعد کوٹہ رانی کشمیر کی خود مختار ملکہ قرار پائی تھی۔ مگر اُسے شاہ میر کی شہرت ایک

آنکھ بھی نہیں بھاتی تھی۔ کیونکہ شاہ میر ایک مسلمان تھا اور کوٹہ رانی ایک غیر مسلم تھی اور وہ قطعاً یہ نہیں چاہتی تھی کہ ایک مرتبہ پھر ہندو حکومت کو زوال آئے اور اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی جائے۔ کیونکہ ادیان دیو اور کوٹہ رانی کی حکومتوں کے دوران اسلام کی اشاعت و ترویج کا کام مکمل طور پر رُک چکا تھا اور صرف اب ایک ہی شخصیت تھی جو کہ ہندو حکومت کے اثر کو ختم کر کے اسلام کی داغ بیل ڈال سکتی تھی اور وہ تھا شاہ میر۔

ملکہ کوٹہ رانی اپنے ہندو اقتدار کو بچانے کے لیے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی اور مختلف سازشوں کے ذریعے شاہ میر کو نیچا دکھانے لگی لیکن خدائے وحدہ لاشریک نے اس مردِ مومن سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لینا تھا۔ اس لیے کوٹہ رانی کی ساری کاوشیں جو کہ اُس نے ہندو اقتدار کو بچانے کے لیے کی تھیں، سب کی سب بیکار ثابت ہوئیں اور شاہ میر کے سامنے اُس کے سارے اوچھے ہتھکنڈے اُلٹ گئے۔ محی الدین حاجنی لکھتے ہیں:

> سُلطان صدرالدین رینچن شہس پتہ اگرچہ کوٹہٕ رانہ تہ ادھون دیون ہندو اقتدار قائم تھاوُنہ خاطرہ کأفی کوشش کرے یِہ۔ اماپوز شہمیرس مُقابلہ چوٗل نہ یمن کینٔہ۔ (۱۱)

> ترجمہ: ''سُلطان صدرالدین رنچن شاہ کے بعد کوٹہ رانی اور ادیان دیو نے ہندو اقتدار قائم رکھنے کی بہت کوشش کی مگر شاہ میر کے مقابلے میں انہیں اتنی ہمت نہ ہوئی۔''

کوٹہ رانی، جب اپنے تمام تر منفی پروپیگنڈوں میں شاہ میر کے مدمقابل ناکام و نامراد ہوئی تو اُس کے پاس شاہ میر سے شادی رچانے اور اُسے کشمیر کا حکمران تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔ اس لیے کوٹہ رانی نے شاہ میر سے شادی کر لی مگر جلد ہی خودکشی کر لی اور اس طرح سے کشمیر میں ہندو دور اختتام پذیر ہوا اور ۱۳۳۹ء میں شاہ میر نے کشمیر میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

کشمیر میں اسلامی حکومت کا آغاز تو رنچن شاہ کے قبول اسلام سے ہی ہو گیا تھا لیکن سولہ سال کے بعد جب ہندو حکومت روبہ زوال ہوئی تو کشمیر میں باقاعدہ طور پر پہلی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا سہرا سوات کے باشندے شاہ میر کو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جے این گھنار لکھتے ہیں:

> شاہ میر چھ ۱۳۳۹ء منز کشمیر ہندِس تختسَ پیٹھ بیہان

تہ اَتی پیٹھ چُھ کشمیر سنز مسلمان راجک رُسلابہ
سَپدان۔(۱۲)

ترجمہ: ''شاہ میر ۱۳۳۹ء میں کشمیر کے تخت پر بیٹھتا ہے اور اس طرح سے کشمیر میں مسلمان راجوں کا ایک دور شروع ہوتا ہے۔''

شاہ میر نے ۱۳۳۹ء میں کشمیر کا تخت سنبھالا اور شاہ میری خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان نے ۱۵۵۴ء تک کشمیر پر حکومت کی۔ اس خاندان نے نامی گرامی سلاطین پیدا کیے جنہوں نے کشمیر کو تقریباً ہر میدان میں عروج بخشا۔ سلطان شمس الدین المعروف شاہ میر ایک عادل، وسیع القلب اور نرم دل حکمران سرزمین کشمیر کے لیے ثابت ہوا۔ جس نے مشہور صوفی بزرگ میر سید علی ہمدانی اور اُن کے سینکڑوں رفقائے کار کی تبلیغ، انسان دوستی اور دیانت و شرافت کے ذریعے ظلم و ستم کے پنجوں میں جکڑے ہوئے کشمیریوں کو جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل کیا(۱۳)۔

کشمیر میں اسلامی حکومت کا آغاز نہایت مبارک اور حوصلہ افزا تھا۔ اگرچہ شاہ میر کا دور حکومت بہت مختصر (۱۳۳۹ء-۱۳۴۲ء) تھا لیکن اُس کی آمد نے کشمیر کے گھائل وجود پر ایک تسکین بخش مرہم کا کام دیا۔ اس نے عوام سے ہمدردانہ، منصفانہ اور روشن خیالی پر مبنی حکمت عملی اختیار کی۔ اُس نے محصولات میں کمی کی اور مساوات، عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا۔ اُس نے ایک یادگار کام بھی کیا یعنی ایک نیا کشمیری کیلنڈر رائج کیا(۱۴) جو تین سو سال تک قائم رہا لیکن ۱۵۸۶ء میں کشمیر جب مغل سلطنت کا صوبہ قرار پایا تو اس کشمیری کیلنڈر کو بھی ختم کر دیا گیا۔

سلطان شمس الدین کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں میں ایسے نایاب جواہر پیدا ہوئے جنہوں نے کشمیر کو نہ صرف عسکری بلکہ تعلیم، زراعت، فنون لطیفہ، صنعت و حرفت اور دیگر میدانوں میں بھی بے پایاں ترقی عطا کی۔ سلطان شہاب الدین نے بالخصوص عسکری اعتبار سے کشمیر کو یقیناً عروج بخشا۔ جی ایم ڈی صوفی رقمطراز ہیں:

> It was the second time in history that Kashmiris proved their military prowess. Shahab-ud-Din in Kashmir history figures next to Lalitaditya Mukhtapida.(15)

سلطان شہاب الدین نے ہر میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس نے نہ صرف فتوحات میں کمال حاصل کیا بلکہ کشمیر کی ثقافت کو محفوظ کرنے اور اسے ترقی دینے کے لیے بھی بہت کام کیا۔ سلطان علماء وفضلاء کا بہت قدر دان تھا۔ اس نے رفاہ عامہ کے کاموں میں مذہب وملت کا کوئی فرق روا نہ رکھا۔ بلکہ اُس کے عہد میں ہندو بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ اُس نے کشمیر میں لباس، تعمیرات اور معاشرے میں کافی تبدیلیاں کیں (۱۶) سلطان شہاب الدین جیسے عادل اور بہادر جرنیل صحیح معنوں میں کشمیر کا قیمتی اثاثہ تھے۔ سلطان ایک ایسا گوہر نایاب تھا جس کی مدح سرائی میں عالم اسلام کے راہنما اور پاکستان کے قومی شاعر ڈاکٹر علامہ اقبال بھی پیچھے نہ رہ سکے۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں اس عظیم انسان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

عمرہا گل رخت بر بست و کشاد
خاک ما دیگر شہاب الدین نزاد(۱۷)

ترجمہ: ''کئی صدیوں پھول رخت باندھتے اور کھولتے رہے مگر
ہماری سرزمین نے دوسرا شہاب الدین پیدا نہیں کیا۔''

سلطان شہاب الدین نے اُنیس سال کشمیر پر حکومت کی۔ اس عظیم فاتح کی وفات کے بعد قطب الدین کشمیر کا بادشاہ بنا۔ یہ شہاب الدین کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس بادشاہ نے وادی میں کئی دینی درسگاہیں اور مکتب قائم کیے۔ اس کے عہد کی تین درسگاہوں کو نمایاں شہرت حاصل ہوئی(۱۸) اُن میں سرفہرست سلطان کی اپنی قائم کردہ درسگاہ تھی جو اُس نے خود دارالحکومت قطب الدین پورہ میں تعمیر کرائی۔ سلطان قطب الدین علماء وفضلاء کا قدردان تھا۔ وہ خود ایک اچھا شاعر تھا۔ اُس نے اپنی انصاف پسندی کی وجہ سے عوام کے دل جیت لیے تھے۔ محبّ الحسن رقمطراز ہیں:

> He was not only an able ruler, but a man of culture, a poet and a patron of learning.(19)

سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا جانشین سلطان سکندر مسندِ کشمیر پر بیٹھا۔ وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں عقائد اسلام اور ارکان اسلام کی مکمل طور پر پابندی کی اور اُن تمام رسوم و رواج و بدعات کو یکسر ختم کردیا جو شریعت اسلام کے منافی تھیں۔ سلطان ایک نیک، باکردار، بہادر اور فیاض حکمران تھا۔ اس کی فیاضی اور علم دوستی کا چرچا سُنتے ہی عراق، خراسان اور ماوراء النہر سے علماء وفضلاء اُس کی زیرنگرانی روزگار کے حصول کی غرض سے کشمیر

وارد ہوئے (۲۰) جس سے کشمیر میں اسلامی علوم کی ایسی عظیم الشان ترویج ہوئی کہ وادی کشمیر عراق اور خراسان کا نمونہ بن گئی۔ اُس نے دین اسلام کی سربلندی اور عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے وادی میں مساجد، خانقاہیں اور دینی مدارس کی داغ بیل ڈالی۔ اُس نے کفار کی بہت سی عبادت گاہوں کی تخریب کی اور بہت سارے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اُس نے سکندر پورہ میں بت خانہ گرانے کے بعد وہاں پر ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ اس کے علاوہ سرینگر کی دو اہم یادگاریں بھی اُسی کی تعمیر کردہ ہیں جس میں سے پہلی یادگار خانقاہ مُعلیٰ اور اُس کے ساتھ جامع مسجد اور دوسری موضع ترال کی خانقاہ فیض پناہ (۲۱)۔ رب ذُوالجلال نے شاید سُلطان سکندر سے دین اسلام کی مختصر ہی سی خدمت لینا تھی اسی لیے یہ بادشاہ عین عنفوان شباب میں یعنی تیس سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔

اُس کے جانشینوں میں سے قدرت نے ایک ایسا نابغہ روزگار پیدا کیا جس نے نہ صرف اپنے حسن سلوک، رواداری اور پیار ومحبت سے دل فگار کشمیریوں کے زخموں پر مرہم رکھا بلکہ جنت نظیر کشمیر کو بھی ایک بار پھر بام عروج پر پہنچایا۔ سلطان زین العابدین سلطان سکندر کا بیٹا تھا جس کا اصل نام شاہی خان تھا۔ اہل کشمیر اسے "بڈشاہ" یعنی بڑا بادشاہ کہتے تھے۔ یہ ۱۴۲۰ء میں کشمیر کی حکومت کا وارث بنا اور نصف صدی حکومت کی۔ زین العابدین نے اپنے پچاس سالہ دور میں کشمیر میں مختلف علوم وفنون، شعر و ادب، صنعت وحرفت، تجارت، مذہبی رواداری، عدل و انصاف، بیرونی روابط اور امن وخوشحالی کو فروغ بخشا (۲۲) زین العابدین کا عہد کشمیر کا سنہری ترین دور تصور کیا جاتا ہے۔

زین العابدین کے پچاس سالہ عہد میں عوام امن وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اس کی رعایا اس کی بڑی وفادار تھی۔ وہ ایک فیاض اور سخی بادشاہ تھا۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کشمیر سے باہر ہندوستان، خراسان، عراق وعرب تک اس کی فیاضی وسیر چشمی اور اس کے اعلیٰ اوصاف کی شہرت تھی (۲۳)۔ سلطان خون خرابے کا قطعاً قائل نہ تھا یہی وجہ ہے کہ اُس نے اپنی زیادہ تر توجہ مُلک کے اندرونی حالات بہتر کرنے پر صرف کی۔ اس کے عہد میں کشمیر ایک مثالی ریاست تھی جس کی بنیادی وجہ سلطان کی علم دوستی اور علم پروری تھی۔

زین العابدین نے تقریباً تمام زبانوں کو کشمیر میں متعارف کرانے کی غرض سے دارلتراجم کا ایک جال بچھایا۔ جس میں ہرزبان کی کتب کا ترجمہ کیا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں کشمیر کو علمی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ایک اکیڈمی کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جس میں سنسکرت اور عربی کتابوں کے ترجمے فارسی میں کیے جاتے تھے (۲۴)۔ نئے نئے موضوعات پر کتابیں لکھی جاتی تھیں

جن میں بعض کتب کشمیری زبان میں اور بعض فارسی اور سنسکرت زبان میں ہوتی تھیں۔ زین العابدین خود ایک بہت بڑا عالم تھا۔ اُس نے کشمیر میں نہ صرف علم و ادب کو فروغ بخشا بلکہ صنعت و حرفت اور فنون لطیفہ کو بھی کمال عروج پر پہنچایا۔ کشمیر میں کاغذ سازی اور جلد بندی کا فن رائج کیا اور ریشم سازی اور شال بافی جیسی صنعتیں متعارف کروائیں (۲۵)۔ زین العابدین کئی اوصاف کا مالک تھا۔ وہ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا موسیقار، شاعر اور ادیب بھی تھا۔ وہ موسیقی کا بڑا دلدادہ تھا اور خود ماہر فن بھی تھا۔ اس نے کئی ساز ایجاد کیے (۲۶)۔ ایرانی، تورانی اور ہندی سازندوں اور گویوں کے علاوہ اس نے کئی دوسرے ممالک سے بھی ماہر موسیقار منگوائے۔ المختصر سلطان زین العابدین بلاشبہ اس دور کا ایک ایسا نمائندہ حکمران تھا جس کے اندر دوسروں کے خیالات کا احترام، آزاد خیالی کی حوصلہ افزائی، علم و ادب کی ترقی، تمام مذاہب کا احترام، ہر شخص کے ساتھ ایک جیسا انصاف، ستم رسیدہ لوگوں کی دادرسی جیسی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ اس کے دور میں کشمیر نے ترقی و خوشحالی کا وہ عروج دیکھا جو صدیوں سے ناپید ہو چکا تھا۔ اس کی موت پر یوں نظر آیا جیسے انصاف، سخاوت، علم، عظمت، شان و شوکت، امن و رواداری سب کشمیر سے رُخصت ہو گئے۔ اس کی وفات کے بعد کشمیر کا سیاسی استحکام مشکوک ہو گیا۔ حیدر شاہ سے لے کر حبیب شاہ تک کوئی بھی حکمران ایسا نظر نہیں آیا جو شہاب الدین کی طرح بہادر، سلطان سکندر کی طرح دیندار اور زین العابدین کی طرح علم دوست اور عوام دوست ہوتا۔ اصل میں زین العابدین کے بعد کا دور کشمیر میں شاہ میری خاندان کے انحطاط کا دور تھا۔ جس نے کشمیر میں چکوں کو تختِ کشمیر طشتری میں سجا کر پیش کیا۔

اس خاندان کے آٹھ حکمران ۳۱ برس تک مسندِ کشمیر کے مالک و مختار رہے۔ وادی میں چک خاندان کا جدِ امجد لنکر چک راجہ سہدیو کے دور میں دردستان سے آیا تھا اور راجہ کے دربار میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ اُس کے بعد شاہ میری عہد میں بھی لنکر چک کی اولاد دربار میں اہم عہدوں پر فائز رہی اور شاہ میری خاندان کے زوال کے دوران ہی چکوں نے کشمیر اور کشمیریوں کو مُغلوں کے سات حملوں سے بچا کر اپنی بہادری اور جراتمندی کا ثبوت دیا۔ چک خاندان شیعہ مذہب کے پیروکار تھے۔ ان کے عہد میں کشمیر کے حالات دگرگوں رہے۔

یہ بڑے شوریدہ سر اور جنگجو تھے جو دردستان (گلگت) سے آ کر کشمیر میں آباد ہوئے تھے۔ چک یقیناً بہترین سپاہی تو تھے ہی مگر مُلک کا انتظام چلانا اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ یہی وجہ تھی

غازی چک اور اس کے جانشینوں کی حکومت کا زمانہ آپس ہی کی لڑائیوں میں گزر گیا۔ یعقوب شاہ اس خاندان کا آخری فرمانروا تھا۔ چک عہد میں یقیناً تعمیری کاموں پر بھی زور دیا جاتا رہا اور کافی عوامی فلاح و بہبود کے کام بھی کیے گئے لیکن سب سے بڑی خصوصیت چکوں کے اندر یہ تھی کہ ''کشمیریت'' اُن کی رگوں میں رچی بسی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مغلوں نے کشمیر پر قابض ہونے کے لیے لگاتار سات حملے کیے لیکن ہر حملے میں بہادر چکوں نے اپنے ملک کشمیر کا دفاع کیا۔ محی الدین حاجنی لکھتے ہیں:

> یمّیہ وقتہ حضرت ایشان صائب (شیخ یعقوب صرفیؒ) تہ دیدی باب صائب (حضرت بابا داؤد خاکیؒ) اکبر پادشہس کشیرہ پیٹھ حملہ کرنہ خاطر دِلہِ (دہلی) گیئہ، تمہ برونہہ أسی موغلوپانژہ ہن ورِیَن کشیر زیننہ خاطرہ حملہ کری متی۔(۲۷)

> ترجمہ: ''جب حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ اور حضرت بابا داؤد خاکیؒ شہنشاہ اکبر کے پاس کشمیر پر حملہ کرنے کی غرض سے دلی گئے، اُس سے پہلے مُغلوں نے کشمیر پر پانچ حملے کئے تھے۔''

چکوں کا اکتیس سالہ دور اگرچہ کشمیر کو تعمیر و ترقی کی منزل پر نہ پہنچا سکا البتہ اُنہوں نے اپنے مُلک کا دفاع بہت اچھے انداز میں کیا۔ غازی چک جو کہ ایک اولوالعزم حکمران تھا۔ اس نے نہایت تدبر و سیاست سے حکومت کی۔ وہ ایک عظیم مُحب وطن کشمیری راہنما تھا۔ وہ ایک ایسا سپہ سالار تھا جس کی رگوں میں کشمیریت رچی بسی تھی (۲۸) وہ ایک اعلیٰ پایہ کا شاعر بھی تھا۔ اُس نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد کشمیر کے اُن علاقوں کی تسخیر کا ارادہ کیا جو کہ زین العابدین کے نالائق جانشین گنوا بیٹھے تھے۔ اس عظیم سپہ سالار نے نہ صرف عدل و انصاف کا پرچار کیا بلکہ اپنے ملک کشمیر کی عظمت و رفعت کو بھی چار چاند لگائے۔ جی ایم ڈی صوفی رقمطراز ہیں:

> Ghazi Chak was an able, energetic, just but some what stern ruler. He re-conquered Skardu, Gilgit, Kishtwar, Pakhli and Mangli.(29)

غازی چک نے اپنے وطن کا دفاع نا قابل تسخیر بنا دیا تھا۔ اس کے عہد میں بھی مغلوں نے کشمیر کو تسخیر کرنے کے لیے حملے کیے لیکن ناکام و نامراد لوٹے۔ یہ سارا کمال غازی چک کی کشمیر سے والہانہ محبت کا تھا کہ مغلوں کی حسرت دل ہی میں رہ جاتی تھی۔ اِس کی وفات کے بعد غازی چک کا بھائی حسین چک کشمیر کا حکمران بنا۔ یہ طبعیتاً نرم مزاج اور ایک پڑھا لکھا انسان تھا۔ یہ ایک باہمت اور فرض شناس حکمران تھا۔ اس نے اپنی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے بہت محنت کی اور عوام کے جان و مال کا تحفظ ہر قیمت پر یقینی بنایا یہی وجہ تھی کہ رعایا اُسے ''نوشیروان عادل'' کے لقب سے یاد کرتی تھی۔ یہ ایک اچھا شاعر بھی تھا اور اہل علم و ادب کا قدردان بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد میں تعلیمی ادارہ بھی بنوایا جس سے علم و ادب کو کشمیر میں پھلنے پھولنے کا مزید موقع ملا۔ یوسف ٹینگ لکھتے ہیں:

> حسین شاہ اوس علمه ادُبك ته موسيقى ہُنْد شايق۔
> پانه تہِ اوس فارسى زبأنى منْز شأئيرى كران۔
> فنكارَن ته اہلِ علمَن اوس قدر ته پرتھ كَران۔ ائمه
> بناؤ پننس و قتس منزه مدرسه حسين شاه تـهه زينه
> پوره ديتُن اكھ مدرسس جاگيرس منزه يه مدرسه
> چُھ از كل خانقاه نقشبندى ناوس پيٹھ مشهور تـهه
> خواجه بازار سرينگرس منز واقع۔(۳۰)

ترجمہ: ''حسین شاہ علم و ادب اور موسیقی کا دلدادہ تھا خود بھی فارسی زبان میں شاعری کرتا تھا۔ فنکاروں اور اہل علم کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ اِس نے اپنے عہد میں مدرسہ حسین شاہ بنوایا اور زینہ پور کو اس مدرسہ کی جاگیر میں دیا۔ یہ مدرسہ آج کل خانقاہ نقشبندی کے نام سے مشہور ہے اور خواجہ بازار سرینگر میں واقع ہے۔''

حسین شاہ کے بعد علی شاہ چک کشمیر کا حکمران بنا۔ یہ بھی طبعیتاً نیک اور عادل انسان تھا۔ اس کے عہد میں بھی مُغلوں نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے غلط ارادوں کا اظہار کیا مگر ہمیشہ کی طرح ناکام و نامراد رہے۔ علی شاہ کے نوسالہ عہد میں کوئی خاص تعمیری کام نہ ہوا۔ اس کے بعد

بالترتیب یوسف شاہ، سید مبارک بیہقی، لوہر شاہ چک، یوسف شاہ دوسری مرتبہ اور آخر میں یعقوب چک نے عنان حکومت سنبھالی۔

علی شاہ جو کہ صوفیوں اور درویشوں کا قدردان تھا۔ اس کی وفات کے بعد یوسف شاہ نے کشمیر کی حکومت سنبھالی۔ یوسف شاہ کو دو مرتبہ کشمیر کے تخت کا وارث بننا پڑا۔ پہلی مرتبہ یوسف شاہ تقریباً ایک سال تک حکمران رہا۔ پہلے سال کے دوران یوسف شاہ نے اپنا زیادہ تر وقت اُمور سلطنت سے غافل ہو کر عیش وعشرت اور نغمہ وسرود میں گزارا۔ چونکہ اُسے ایک دہقانی عورت ''حبہ خاتون'' سے عشق ہو گیا تھا، جس سے بعد میں یوسف شاہ نے شادی رچالی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سلطنت کے اُمور سے دُور ہوتا گیا اور بالآخر سلطنت سے ہاتھ دھونے پڑے۔

یوسف شاہ کے پہلے دور میں بے اعتدالیوں نے عروج حاصل کیا اور عوام اس بات سے بدظن ہو گئے۔ امن وامان کی صورتحال خراب ہو گئی۔ جس کے باعث یہ بارگراں سید مبارک بیہقی کے سپرد ہوا۔ جنہوں نے تقریباً چھ ماہ حکومت کی اور پھر ایک سازش کے تحت کشمیر کے تخت کا وارث یوسف شاہ کے عم زاد لوہر چک کو بنا دیا گیا۔ جس نے ایک سال تک کشمیر پر حکومت کی۔ یوسف شاہ جو کہ تخت کشمیر کا حقیقی وارث تھا۔ اُسے جب ہوش آیا تو اُس نے دوبارہ تخت کو حاصل کرنے کی کوششیں جاری کیں۔ اس سلسلہ میں اکبر بادشاہ سے بھی مدد طلب کی اور مغل بادشاہ نے اسے مدد بھی فراہم کی لیکن جلد ہی مغل حکمران اکبر کی مُنافقانہ چال یوسف شاہ کے دماغ میں آ گئی۔ کیونکہ اکبر بادشاہ مدد کی اوٹ میں خود کشمیر پر قابض ہو کر اپنی دیرینہ خواہش پوری کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اس میں ناکام رہا اور یوسف شاہ ایک بار پھر کشمیر کے تخت وتاج کا وارث بنا۔ اُس نے اپنے وزیر محمد بٹ اور اپنی ملکہ حبہ خاتون کی معیت میں ملک کو اندرونی فتنہ وفساد سے پاک کر کے نظم ونسق کے استحکام کو فروغ بخشا۔ عدل وانصاف اور رعیت پروری کا رویہ اختیار کیا گیا[۳۱] اس طرح ملک کشمیر کے حالات بہتر ہو گئے۔ لیکن یہ سکون کچھ ہی عرصہ تک رہا اور ملک میں شیعہ سُنی فسادات ایک بار پھر بھڑک اُٹھے۔ جنہوں نے ملک کے امن وامان کو تہہ وبالا کر دیا۔ ۱۵۸۵ء میں شیعہ سُنی دونوں فرقوں کا شدید فساد ہوا جس میں دونوں فرقوں کا خاصا جانی ومالی نقصان ہوا۔ تو تب اکابرین کشمیر یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر یہ فسادات بیرونی امداد سے ختم ہو سکیں تو اس کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اس طرح اکابرین کشمیر کا ایک وفد اکبر کے دربار میں پہنچا اور کشمیر پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ اکبر اعظم نے مرزا قاسم میر بحر کی قیادت میں ایک لشکر کشمیر پر حملے کے لیے روانہ کیا۔ یعقوب شاہ جو کہ

یوسف شاہ کا بیٹا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ مغل لشکر کے مقابلے کے لیے نکلا۔ محبّ وطن کشمیری بے جگری سے مغلوں کے خلاف صف آرا رہے لیکن اندرونی خلفشار نے چکوں کی قوت کو منتشر کر دیا تھا۔ اس طرح سے یوسف شاہ کی گرفتاری اور یعقوب شاہ کی کشتواڑ کی طرف راہ فرار کیوجہ سے مغلوں نے ۱۵۸۶ء میں کشمیر پر قبضہ کرلیا۔ پی این کے بامزئی لکھتے ہیں:

> Kashmir thenceforth became a province of the Mughal Empire and the Chapter of its long independent status came to close.(32)

مُغلوں کے کشمیر پر قبضہ کے بعد ریاست کا وجود غیروں کے چُنگل میں چلا گیا اور اس طرح سے ایک خودمختار اور آزاد ملک دوسری مرتبہ پابہ زنجیر ہوگیا اور اُس کی آزاد حیثیت ختم کرکے ایک صوبے کی حیثیت دے دی گئی۔ اس طرح سے کشمیری قوم کی آزادی وخودمختاری، عزت و آبرو اور اقتدارِاعلیٰ کے یہ آخری نشانات مٹ گئے اور کشمیر ہمیشہ کے لیے غلامی کے قعرِ مذلت میں ڈوب گیا۔

کشمیر کی خوبصورتی اور قدرتی حسن پر بیرونی حکمران ہمیشہ جان نچھاور کرتے رہے اور اس جنت نظیر کو تسخیر کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ لیکن کشمیر کے مسلم اور غیر مسلم محب وطن حکمرانوں نے ہمیشہ ہی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اپنے وطن کا بھرپور دفاع کیا۔ مغلوں کا یہ دیرینہ خواب تھا کہ یہ جنت نظیر تسخیر ہوکر کب ہمارے قبضے میں آئے گی۔ اس کے لیے انہوں نے کشمیر پر متعدد حملے کیے اور بالآخر ۱۵۸۶ء میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔

۱۵۸۶ء میں اکبر نے کشمیر کے مقامی اکابرین کی مدد و اعانت سے کشمیر کو تسخیر کرکے اپنی سلطنت کا ۱۷واں صوبہ قرار دیا۔ کشمیر آزاد ملک کی حیثیت سے اپنی شناخت کھوگیا۔ اگرچہ کشمیر غلام بن گیا لیکن مغلوں نے زراعت، صنعت وحرفت اور تعلیمی میدان میں جنت نظیر کو چار چاند لگائے۔ مغل عہد میں زراعت اور صنعت وحرفت نے خوب فروغ پایا۔ اکبر بادشاہ کے عہد کے دوران سرینگر سے گجرات تک سڑک تعمیر کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ حسن ابدال، مظفرآباد اور بارہ مولہ کی شاہراہوں کو بھی بہتر بنایا گیا۔ مغلوں کو کشمیر کے قدرتی حسن اور خوبصورتی سے شدید لگاؤ تھا۔ انہوں نے کشمیر میں کئی خوبصورت عمارتیں اور باغات لگوائے۔ مغلوں کے آثار ونقوش قلعہ ہری پربت، نسیم باغ، شالا مار باغ، نشاط باغ، چشمہ شاہی، چشمہ ویری ناگ، اچابل، پتھر مسجد، پری محل اور بھمبر کی تاریخی عمارتیں اب تک موجود ہیں۔ چنار کے بلند و بالا درخت جو کشمیر میں ہر جگہ نظر آتے ہیں انھی کی یادگار ہیں (۳۳)۔ انہوں نے وادی میں علم و ادب اور فنون لطیفہ کو بھی فروغ دیا

جس کی وجہ سے وادی سیاحوں تاجروں، علماء اور شعراء کی آمد و رفت اور سکونت سے ترقی و خوشحالی کا گہوارہ بن گئی۔

مغل عہد میں فارسی علم و ادب نے خاصی ترقی حاصل کی اور بڑی تیزی سے فارسی نظم و نثر لکھنے کا رواج پیدا ہوا۔ ملا طاہر غنی کشمیری جیسے یگانہ روزگار شاعر کا تعلق بھی اسی عہد سے تھا۔ اسی عہد میں ملا محسن فانی کی کتاب ''دبستان مذاہب'' لکھی گئی (۳۴)۔ مغل عہد ہی میں شیخ جمال الدین، بابا اسماعیل کبروی، ملا یونس راشدی جیسی عظیم ہستیاں پیدا ہوئیں جنھوں نے علم و ادب اور شعر و سخن کے میدان میں عروج حاصل کیا۔ مغلوں نے کشمیر میں علم و ادب کو پھیلانے کے لیے مدارس کے جال بچھائے۔ ان مدارس کو حکومتی سرپرستی حاصل ہوتی تھی اور وہاں بڑے بڑے جید علماء علم کو پھیلانے میں ہمہ وقت مصروف عمل رہتے تھے۔ ڈاکٹر یوسف بخاری لکھتے ہیں:

> مُغل بادشاہن ہندس وقتس منز بناوٗ مُلا حیدرن درسگاہ ملا حیدر یُس جہانگیر سندیس وقتس منزہ گوجوریس منزہ اُسہ۔ شاہجہانستندیس وقتس منزہ تراوٗ خواجہ اخوند محمود نقشبندی صائبن مدرسہ خواجگان نقشبندی ہیچ بنیاد۔ شہزادہ داراشکوہ تراوٗ اکہ مدرسچ بُنیاد یتھ ''کسب ماہ'' ناوٗ اوس تہہ اتھ منزاوس صرف تصوف ایوان پرناوہنہ۔ ایمہ علاوہ تراوٗ اکہہ مشہور مدرسچ بنیاد تہہ اتھ اوس ناوٗ ''مدرسہ سید منصور'' ائمک سرپرست آسہ تمہ وقتکھ گورنر نواب عنایت اللہ خان۔'' (۳۵)

> ترجمہ: ''مُغل بادشاہوں کے عہد میں مُلا حیدر نے ''درس گاہ ملا حیدر'' بنائی جو جہانگیر کے عہد میں گوجوارہ میں تھی۔ شاہجہان کے عہد میں اخوند محمود نقشبندی صاحب نے مدرسہ خواجگان نقشبندی کی بنیاد رکھی۔ شہزادہ دارہ شکوہ نے ''کسب ماہ'' نام کے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اُس میں صرف تصوف پڑھایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک مشہور مدرسے کی بنیاد ڈالی گئی جس کا نام مدرسہ سید منصور تھا اور اُس وقت کے گورنر نواب عنایت اللہ خان اُس ادارے کے سرپرست تھے۔''

مغلوں نے کشمیر پر تقریباً ۱۶۶ برس حکومت کی۔ اپنے عہد حکومت میں مغلوں نے تعمیرات کی

طرف بھی خاص توجہ دی۔ انہوں نے سڑکوں کے جال بچھائے۔ سرائیں تعمیر کروائیں، زمین کی پیمائش کو از سرِنو مکمل کروایا گیا۔ اس سلسلہ میں اکبر بادشاہ نے ٹوڈرمل (وزیرِ خزانہ) کی نگرانی میں زمین کی از سرِنو پیمائش کروائی اور لگان کی تشخیص کی گئی(۳۶)۔ سب سے بڑھ کر مغلوں کے عہد میں کشمیر کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، جس کا سبب وہاں کے سیاحتی مقامات تھے جنہیں مُغلوں نے سیاحوں کی دلچسپی کے لیے تعمیر کیا تھا۔ مُغل سلطنت کے خاتمے کے بعد کشمیریوں کو ایک بڑا نقصان جو اُٹھانا پڑا وہ یہ کہ اُن کی آمدنی کے ذرائع کم ہوگئے تھے۔ اس عہد میں کشمیر کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ انسائیکلو پیڈیا آف کشمیر کیمطابق:

> "During Mughal era, Kashmir yielded a revenue of about one crore. They also abolished many taxes on saffron, tax on wood and poll-tax on sheep and boatmen.(37)

مغلوں نے نہ صرف علم و ادب بلکہ صنعت و حرفت اور فنون لطیفہ کی طرف بھی خصوصی توجہ دی۔ یہی وجہ تھی کہ کشمیر کے فنون لطیفہ کی انہوں نے نہ صرف حفاظت کی بلکہ اُس کو مزید فروغ دینے کے لیے کوششیں بھی کیں۔ پروفیسر محی الدین حاجنی لکھتے ہیں:

> ''موغلو اَئی پننہ وقتہ واریاہ ووستہ کارشالباف اندجانہ پیٹھ تہ کرِکھ کشیر مَنز آباد۔ شالَن کوٗنَن پیٹھ یم گُل آزکھار نہ چھ یوان، تمن مُتلِق چُھ پوان ونہ زیہ چیز چُھ اندجاَنی کاَری گرَن ہنٛد دیٛت۔ جگہ طرز کی شاَل اَسی موغل دورَس مَنز سیٹھاہ مقبول۔(۳۸)

> ترجمہ: ''مغلوں نے اپنے عہد میں اندجان سے شالباف کشمیر میں لاکر آباد کیے۔ شالوں کے کونوں پر جو پھولوں کی کڑھائی ہوتی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اندجان کے کاریگروں کی مرہون منت ہے۔ اس طرح کی شالیں مغل دور میں بہت زیادہ مشہور تھیں۔''

مغل حکمرانوں نے یقیناً کشمیر کو ہر میدان میں ترقی کی راہ پر گامزن کیا لیکن دوسری طرف انہیں بزدل، سست اور کاہل بنانے میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انہوں نے کشمیر کو اپنے زیرِ تسلط

کرنے کے بعد اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے خوب کوششیں کیں۔ انہوں نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے بعد اسلحہ سازی پر مکمل پابندی لگادی۔ فوج میں کشمیریوں کے داخلے کو ممنوع قرار دیا گیا اور کشمیریوں کو سست اور ناکارہ بنانے کے لیے پھیرن اور کانگڑی کو رواج دیا(۳۹) یہ سلسلہ بعد میں آنے والے حکمرانوں کے ادوار میں بھی چلتا رہا۔

مُغل حکمران خود کشمیر کی نگرانی نہیں کرتے تھے بلکہ صوبہ ہونے کی حیثیت سے اپنے صوبیداروں کے رحم و کرم پر انہوں نے وادی اور وہاں کے لوگوں کو چھوڑا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وادی میں مختلف صوبہ داروں کے عہد میں اتار چڑھاؤ پیدا ہوتے رہے اور بالآخر اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت بتدریج زوال پذیر ہوتی گئی اور کشمیر بھی تفرقہ بازی اور خانہ جنگی کی لعنت میں گرفتار ہوگیا۔

اس تفرقہ بازی اور خانہ جنگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میر مقیم نامی ایک سردار نے کابل پہنچ کر احمد شاہ ابدالی کو کشمیر پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی جبکہ نادر شاہ درانی کے حملوں نے مغلوں کی مرکزی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس بہادر جرنیل کے قتل کے بعد اس کا مصاحب خاص احمد شاہ ابدالی روبہ سلطنت ہوا۔ اس نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ ۱۷۵۲ء میں مغلوں کو شکست دے کر پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد مغلوں کا عروج زوال پذیر ہوتا گیا۔ مُغلیہ سلطنت کے آخری زوال پذیر اور پُرآشوب دور میں کشمیری قوم بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ بالآخر مغل حکمرانوں کے زوال کے بعد کشمیر کی حکومت افغانوں کے حصہ میں آ گئی۔ ۱۷۵۳ء میں کشمیر افغانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ انہوں نے کشمیر پر ۶۷ برس حکومت کی۔ ان ۶۷ برسوں میں افغان بادشاہوں کی طرف سے ۲۴ صوبے دار یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے۔ ان گورنروں میں سے صرف چند ایک نے ظلم وتشدد اور استحصال کی کارروائیاں جاری رکھیں(۴۰)۔

افغان دور میں کشمیر کے لوگوں پر سخت آفتیں آئیں۔ ان برسوں کے دوران کچھ گورنر تو آفت کے پرکالا تھے۔ ان کے عہد میں ہندو دولت مند ہونے کی وجہ سے زیادہ لٹے چونکہ مسلمانوں کے پاس رشوت دینے کی استطاعت نہیں تھی اس لیے وہ زیادہ مارے جاتے یا پھر بیگار میں پکڑ لیے جاتے۔ کشمیر پر ان کی حکومت کا زمانہ بڑی بدامنی اور ہل چل کا زمانہ تھا دراصل انہیں اس سے پہلے اتنی بڑی سلطنت پر حکومت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اسی لیے وہ نہ تو سلطنت کے آداب سے واقف تھے اور نہ ہی قانون اور آئین سے باخبر تھے۔ کیونکہ ان کی کائنات چند پرانے اصول تھے جو

اُن کے اپنے قبیلوں میں صدیوں سے چلے آ رہے تھے لیکن یہ اصول ایک قبیلے کے لوگوں کو متحد رکھنے کے لیے موزوں تو ہو سکتے تھے مگر ایک بڑی سلطنت اور فرمانروائی کے لیے موزوں نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حکمران کشمیریوں کے دل و دماغ کو فتح نہ کر سکے۔ اس تاریک عہد کے ایک ظالم گورنر بلند خان کی نظامت میں کشمیر فسادات کی نذر ہو گیا(۴۱) شیعہ سنی فسادات عروج پر پہنچ گئے اور اہل تشیع کی ایک بستی ''زڈی بل'' آگ کی نذر ہو گئی۔ یہ ان حکمرانوں کی نالائقی تھی کہ وہ ایک ہی علاقے کے لوگوں کو پر امن نہ رکھ سکے۔

افغانوں کے عہد میں کشمیر کے لوگوں پر جہاں آفتیں نازل ہوئیں وہاں پر کشمیریوں کو معاشی طور پر بھی مفلوج کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی عصمتوں اور رفعتوں کو بھی تار تار کیا گیا۔ اس کربناک عہد میں کشمیر سے خوبصورت لڑکیاں جبراً اغوا کی جاتیں اور انہیں کابل کے بازاروں میں سر عام فروخت کیا جاتا اور کشمیر کے تنومند لوگوں کو کابل میں لیجا کر ان سے بار برداری کا کام لیا جاتا تھا۔ کریم داد خان پہلا حکمران تھا جس نے کشمیر کی ساری پیداوار کابل برآمد کرنے کا قانون بنایا(۴۲) وہ کشمیر کی عمدہ پیداوار چاول، زعفران اور پھل وغیرہ کابل بھیجتا جبکہ وہاں سے کشمیریوں کے لیے مکئی، چنا اور باجرہ برآمد کرتا۔ اس صورتحال کے پیش نظر کشمیر کے زمینداروں نے پھلوں کے باغات کاٹ دیئے اور چاول کی کاشت کرنا بند کر دی۔ جس سے کشمیر کی معیشت کو ایک بڑا دھچکا لگا۔ اس کے علاوہ زندگی کے تمام شعبوں پر ٹیکس عائد کر رکھے تھے۔ اس طرح سے کشمیریوں کو جلد ہی احساس ہو گیا تھا کہ ہم سانپ کے منہ سے نکل کر اژدھے کے منہ میں چلے گئے ہیں۔

مغلوں کی طرح چند ایک افغان گورنروں نے بھی اپنی عیاشی کے لیے فن تعمیر کی طرف توجہ دی۔ جس میں باغات، جزیرے، قلعے اور پل قابل ذکر ہیں۔ امیر خان ایک عیاش افغان گورنر تھا۔ جس نے اپنی عیاشی کے لیے جھیل ڈل میں ''سونہ لانک'' کے نام سے ایک مصنوعی جزیرہ تعمیر کروایا(۴۳) اس نے جزیرہ پر سات منزلہ محل تعمیر کروایا۔ اس کے علاوہ امیر آباد کے نام سے ایک باغ بنوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ سرینگر میں شیر گڑھی کے نام سے ایک قلعہ تعمیر کروایا اور دریائے جہلم پر امیر کدل کے نام سے ایک پل بنوایا۔ امیر خان نے ایک منفی کام جو اس ضمن میں کیا وہ مغلوں کی تعمیر کردہ پرانی عمارتوں کو خاصا نقصان پہنچایا جس کی وجہ سے فن تعمیر کے میدان میں بھی کشمیر کو خاصا دھچکا لگا۔

کشمیر میں افغانوں کی عملداری ۱۸۱۹ء تک قائم رہی۔ کابل کی طرف سے جتنے بھی

صوبیداروں کو یہاں بھیجا گیا ان میں اکثر اکھڑ، ظالم اور حریص تھے۔ اس عہد میں کشمیری بلاتفریق مذہب و ملت بڑی بے دردی سے لٹے۔ لیکن افغان صوبیدار مذہبی معاملات میں بڑے روادار تھے۔ اگرچہ وہ پُرسکون حالات نہ ہونے کے سبب اشاعت اسلام کی طرف خاص توجہ نہ دے سکے۔ لیکن اس کے باوجود افغان دور کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے کیونکہ اسی عہد کے ایک گورنر عطا محمد خان نے شیخ نورالدینؒ رشی کے احترام میں ان کے نام سے کشمیر میں سکہ جاری کیا[۴۴]۔ یہ غالباً دنیا کی تاریخ میں واحد مثال ہے کہ کسی حکمران نے کسی صوفی بزرگ کے نام سے سکہ جاری کیا ہو۔ اس کے علاوہ افغانوں نے سابقہ مسلمان حکمرانوں کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے غیر مسلموں کو بھی کلیدی عہدوں پر تعینات کیا جن میں دلارام قلی، سکھ جیون مل، کیلاش در اور گورکھ داس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

انگریزوں اور سکھوں کی تیار کردہ سازش کی وجہ سے ۱۸۱۹ء میں کشمیر پر سے مسلمانوں کی تقریباً ساڑھے چار سو سالہ حکومت کا خاتمہ ہوا کیونکہ انگریزوں ہی کے ایماء پر رنجیت سنگھ نے کشمیر پر ۱۸۱۳ء-۱۸۱۴ء اور ۱۸۱۹ء میں حملے کیے اور آخری حملے میں کامیابی پر مسلم حکومت کا خاتمہ ہوا اور ایک مرتبہ پھر کشمیر غیر مسلموں کے تسلط میں آ گیا۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

(1) Al-Biruni, Kitab al-Hind, (English translation By E.C. Sachau), vol. I, p.206.

(۲) وانی، محمد اشرف، کشمیر میں اسلام، اوری اینٹل ہاؤس سرینگر، ۲۰۰۴ء، صفحہ ۵۰

(۳) محبّ الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، ندیم یونس پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص۴۰۔

(۴) تسکین، غلام حسن، وولرک مُلر، شالیمار آرٹ پریس سرینگر، ۱۹۸۲ء، ص۷۹۔

(۵) ایضاً، ص۸۰، ۸۱۔

(6) Sufi, G.M.D., Kashir, vol-I, University of the Punjab, Lahore, 1948, p.81.

(۷) تشنہ، نذیر احمد، پروفیسر، مطالعہ کشمیر، مقبول اکیڈمی شاہراہ قائداعظم، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص۱۱۷۔

(۸) صدیقی، محمد عبداللہ، تاریخ کشمیر، ایورنیو بک پیلس لاہور، س ن، ص۳۳۔

(۹) عبدالخالق خان، کشمیر میں صوفیائے کرام کی دینی خدمات (مقالہ پی ایچ ڈی)، شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعہ کراچی، ص۵۵۶۔

(۱۰) محمد شریف طارق، چوہدری، جموں و کشمیر کے سینے پر خونی لکیر، ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی، راولپنڈی، ۱۹۶۶ء، ص۱۴۔

(۱۱) حاجنی، محی الدین، مقالات، نور محمدی پریس، سرینگر، ۱۹۶۷ء، ص۱۱۔

(۱۲) گہنار، جے، این، کشیر منز بدھ مت، کاشر ڈپارٹمینٹ، کشمیر یونیورسٹی سرینگر، ۱۹۸۳ء، ص۱۴۷۔

(۱۳) میر، جی، ایم، کشور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، رضوان پبلشرز میرپور، ۲۰۰۴ء، ص۱۱۸۔

(۱۴) عبدالغنی اصغر، ملک، ڈاکٹر، کشمیر کا عروج و زوال، ہمالیہ پبلشرز انٹرنیشنل کراچی، ۱۹۹۷ء، ص۳۸۔

(15) Sufi, G.M.D., Kashir, vol-I, p.136.

(۱۶) خستہ، ہرگوپال کول، گلدستہ کشمیر، آریہ پریس لاہور، ۱۸۸۳ء، ص ۱۰۴

(۱۷) کلیات اقبال (فارسی) مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء، ص ۷۵۰۔

(۱۸) ایم ایس ناز، ڈاکٹر، کشمیر عہد بہ عہد، مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ چوک انارکلی لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۴۶۔

(19) Muhib-ul-Hasan, Professor, Kashmir under the Sultans, National Book Foundation, Islamabad, 1990, p.53.

(۲۰) فرشتہ، محمد قاسم، گلشن ابراہیمی المعروف تاریخ فرشتہ جلد نمبر ۲، نولکشور لکھنؤ، ۱۹۷۴ء، ص ۳۴۱۔

(۲۱) محمد اعظم دیدہ مری، خواجہ، واقعات کشمیر، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۸۹۔

(۲۲) خستہ، ہرگوپال کول، گلدستہ کشمیر، جلد نمبر ۲، آریہ پریس لاہور، ۱۸۸۳، ص ۱۱۰۔

(۲۳) فوق، محمد دین، شباب کشمیر، ویری ناگ پبلشرز میرپور آزاد کشمیر، ۱۹۸۷، ص ۲۲۶۔

(۲۴) سالک، علم الدین، کشمیر مسلمانوں کے عہد میں، ماہنامہ ادبی دنیا ''کشمیر نمبر، مطبوعہ آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۶ء۔

(۲۵) یوسفی، اللہ بخش، مختصر تاریخ کشمیر، محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۸۔

(۲۶) سالک، علم الدین، نقوش کشمیر، مقبول اکیڈمی شاہراہ قائد اعظم لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۴۹۔

(۲۷) حاجنی، محی الدین، مقالات، ص ۱۱۱۔

(۲۸) چاہ ڈورا، حیدر ملک، تاریخ کشمیر، لاہور، ۱۹۱۷ء، ص ۲۰۱۔

(29) Sufi, GMD, Kasheer, vol-I, p.219.

(۳۰) ٹینگ، یوسف، کشیر (سون ادب) جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر، ۱۹۷۸ء، ص ۵۳۔

(۳۱) میر، جی ایم، کشور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، ص ۱۴۲۔

(32) Bamzai, P.N.K., Cultural and Political History of Kashmir, Metropolitan Book Company, Delhi, 1962, p.150.

(۳۳) مینن، وی پی، رائے بہادر، کشمیر اور جونا گڑھ کی کہانی، کتاب منزل، کشمیری بازار لاہور، ۱۹۴۰ء، ص ۲۰۴۔

(۳۴) عباسی، محمد سرور، پروفیسر، کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، انسٹیٹیوٹ آف کشمیر سٹڈیز، آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی مظفر آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۱۱۔

(۳۵) بخاری، محمد یوسف، ڈاکٹر، کاشر کتھا و کشمیری لسانیات، محمد عمر بٹ اینڈ برادرز، لاہور، س ن، ص ۱۷۔

(۳۶) حسرت، چراغ حسن، کشمیر، نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد، ۲۰۰۳، ص ۸۵۔

(37) Encyclopaedia of Kashmir, vol-I, Anmol Publications Pvt. Ltd., New Delhi, 1985, p.358.

(۳۸) حاجنی، محی الدین، پروفیسر، وولرک مُلر، شالیمار آرٹ پریس سرینگر، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۱۔

(۳۹) عبدالغنی اصغر، ملک، ڈاکٹر، کشمیر کا عروج و زوال، ہمالیہ پبلشرز انٹرنیشنل کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۵۸۔

(۴۰) فوق، محمد دین، مکمل تاریخ کشمیر، ظفر برادرس تاجران کتب، ظفر منزل لاہور، ۱۹۳۶ء، ص ۶۳۹۔

(۴۱) ایضاً۔

(۴۲) آزاد، محمود، سید، تاریخ کشمیر، ادارہ معارف کشمیر، باغ آزاد کشمیر، ۱۹۷۰ء، ص ۴۸۷۔

(۴۳) میر، جی، ایم، کشور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، رضوان پبلشرز میر پور آزاد کشمیر، ۲۰۰۴ء، ص ۱۸۶۔

(۴۴) گمی، سلیم خان، کشمیر میں اشاعت اسلام، یونیورسل بکس، اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۱۱۴۔